Lesson 6: Al-Isra (Ayaat 66- 77): Day 23 سُورَۃُ بنی اسرآئیل / الإسرَاء کی تفسیر

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰي كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا ﴿٧٠﴾ یہ تو ہماری عنایت ہے کہ ہم نے بنی آدم کو بزرگی دی اور انہیں خشکی وتری میں سواریاں عطا کیں اور ان کو پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا اور اپنی بہت سی مخلوقات پر نمایاں فوقیت بخشی۔

کتنی ٹو دی پوائنٹ آیت ہے کہ تم کیوں کھو گئے، تم کیوں جانوروں والی زندگی بسر کرنے لگ گئے۔ تم اپنی قدر کو کیوں نہیں پہچان رہے، اللہ نے تم کو کتنی عزت دی۔ اللہ تعالیٰ نے شکل وصورت کے اعتبار سے عزت دی۔ انسان دنیا کی سب سے زیادہ خوبصورت مخلوق ہے اور انسان کا جسم کتنا معتدل ہے۔ زرافے کی کتنی لمبی گردن ہوتی ہے اور ہاتھی بالکل ڈھول جیسا ہوتا ہے۔ ہم جذبات کا اظہار کر سکتے ہیں، رو سکتے ہیں، ہنس سکتے ہیں، اپنی بات کو بیان کر سکتے ہیں۔ پھر اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اور عزت دی کہ ہم بول سکتے ہیں۔ یہ بولنا بھی کتنی بڑی نعمت ہے۔

یہ سارا جہان اللہ تعالیٰ نے انسان کے لئے بنایا ہے اور انسان اتنے چھوٹے کام کر کے دنیا سے چلا جائے۔ ہم لکھ سکتے ہیں، جانور نہیں لکھ سکتے۔ اسی طرح کچھ جانور گوشت کھاتے ہیں کچھ سبزی کھاتے ہیں۔ جو گوشت کھاتے ہیں وہ چارہ نہیں کھاتے اور جو چارہ کھاتے ہیں وہ گوشت نہیں کھاتے جب کہ ہم انسان سب چیزیں کھاتے ہیں، جو دل چاہتا ہے وہ سب کھا سکتے ہیں۔ اور جانور ایک خاص جگہ سے ایک خاص اینگل سے دیکھتے ہیں، جب کہ ہم چاروں طرف دیکھ سکتے ہیں اور پرندوں کو ہر چیز بلیک اینڈ وائٹ نظر آتی ہے، ان کو کلر نظر نہیں آتے، ہمیں کلر بھی نظر آتے ہیں اور اسی طرح جب ہم لکھتے ہیں تو پین کی باریک نب سے ایک ایک لفظ دیکھ کے لکھ رہے ہوتے ہیں اور وہ ہمیں نظر آتا ہے جبکہ جانوروں کو وہ

نظر نہیں آتا۔ لیکن افسوس کہ اللہ تعالیٰ نے تو آدم اور انسان کو بڑی عزت دی تھی۔ وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ اور انہیں خشکی وتری میں سواریاں عطا کیں، وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ، اوران کو پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا، اور اپنی بہت سی مخلوقات پر نمایاں فوقیت بخشی۔

یعنی ایک ہی انسان کے ساتھ اتنا کچھ کروادیا کہ فرشتوں سے سجدہ بھی کروادیا۔ اصل میں جو آدم کو فرشتوں نے سجدہ کیا تھا وہ وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ کی ایک تعبیر تھی۔ اصل میں یہ اس چیز کا اظہار تھا کہ فرشتے انسانوں سے کچھ چیزوں میں آگے ہیں لیکن عزت اور مرتبے کے اعتبار سے فرشتوں پیچھے ہیں۔ تو انسان کی عزت ہے لیکن انسان نے کیا کیا اس کا بہترین عمل سورۃ تین میں نظر آتا ہے۔

وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ ﴿١﴾ وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ ﴿٢﴾ وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ ﴿٣﴾ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ﴿٤﴾ ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ ﴿٥﴾

تھوڑی سی بات انسان کی عزت پر ہو گی۔

1۔ انسان پیدا کرنے والے کے ساتھ جڑ جاتا ہے، یعنی اللہ کو ماننے لگ جاتا ہے۔ ایمان بندے کو عزت دیتا ہے۔ کافر کی کوئی عزت نہیں۔ صاف ظاہر ہے جو بچہ اپنی ماں کو نہ مانے، دوسرا اُس کو کیا عزت دے گا۔ پھر جب رب کی بات نہ مانے اور انسان جب خود گر جائے تو وہ اللہ کے نظروں میں بھی گر جاتا ہے۔

علامہ اقبال کا ایک جملہ۔ ایک نومسلم نے کہا کہ مسلمان بڑے غیر مہذب ہوتے ہیں، چوری کرنے والے کا ہاتھ کاٹ دیتے ہیں۔ تو انہوں نے کہا کہ آپ کے خیال میں چور ایک مہذب آدمی ہے کہ

جس کا ہاتھ نہ کاٹا جائے۔ مطلب یہ کہ چوری کر کے اس نے اپنا آپ ہی ختم کر دیا کہ میری تو کوئی عزت ہی نہیں ہے اور ہاتھ اسی لئے کاٹا جاتا ہے کیونکہ وہ ہاتھ قابل عزت نہیں رہا وہ اللہ کے حکم کے خلاف کسی دوسرے کے مال پر چلا گیا۔ تو جب کوئی انسان اس دنیا میں آنے کا مقصد نہیں سمجھتا تو اس کی عزت ختم ہو جاتی ہے۔

انسان کی تخلیق کی معراج ۔ اس آیت میں یہ ایک بہت بڑی حقیقت ہے۔ انسان کو تخلیق کی معراج دی۔ انسان کو اللہ تعالیٰ نے کُن سے نہیں بلکہ اپنے ہاتھ سے، مراحل سے گزار کر پیدا کیا۔ آج کائنات میں جتنی بھی چیزیں ہیں وہ سب بے جان پیدا ہوئیں۔ لیکن انسان کو ایک مقصد کے ساتھ پیدا کیا۔ بہت سارے لوگ جس طرح کہتے ہیں کہ زمین ختم ہو گی، اس پر ایک قیامت آئے گی، کیا دوسرے سیارے اور ستارے ان کے ساتھ بھی ایسا ہی ہو گا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ نہیں ایسا نہیں ہو گا۔ زمین کیوں اتنی ہائی لائیٹڈ ہے، کیونکہ زمین پر جو قیامت آنی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں انسان بستا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو ایک شعور دیا، اس کو ایک مقصد کے ساتھ پیدا کیا اور یہ سوچ دے کر دنیا میں بھیجا کہ تم دنیا میں جاؤ گے تو اللہ کا حکم پورا کرو گے۔

وہی بات کہ جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا۔ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً کہا انسان کو اللہ تعالیٰ نے خلافت کا کام دیا تھا۔ یہ تھا اصل میں وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ یعنی اللہ کے پیغام کو دنیا میں عام کرنے والا، یہ انسان ہے۔ جب آپ زمین کے اوپر سے گزرتے ہیں، پانیوں کے اوپر سے گزرتے ہیں، پہاڑوں پر جاتے ہیں، اس وقت رب تعالیٰ کی یہ باتیں یاد آتی ہیں، اتنا دل کھلتا ہے۔ جب آپ اللہ کے نیک کام کے لیے نکلتے ہیں اور اللہ کے بندوں سے ملتے ہیں، اُنکی مشکلات، جذبات اور ان کی ہدایت کے

لئے تڑپ دیکھتے ہیں تو دل کرتا ہے کہ انسان کو سو سال زندگی مل جائے۔ دل کرتا ہے کہ ایک انسان کے سو وجود بن جائیں اور دنیا کی ہر جگہ پر اپنے آپ کو صرف کر دیں، تو اللہ کے بندوں کو فائدہ ہو جائے۔

كَرَّمْنَا بَنِيٓ اٰدَمَ انسانوں اور جانوروں میں فرق۔

1۔ جانور کھاتا ہے اور سوتا ہے انسان بھی کھالیں اور سو جائیں۔

2۔ جانور بھی بچے پیدا کرتے ہیں، انسان نے بھی کر لئے۔

3۔ جانور بھی گھر بناتے ہیں انسان نے بھی بنا لئے۔

انسان اور جانور کا اصل فرق ۔ اصل فرق یہ ہے کہ جانور کے پاس اختیار نہیں ہے، اس کے پاس شعور نہیں ہے۔ جو کہہ دو وہی کرے گا، جو اس سے کروالو وہی کرے گا۔ جب کہ انسان کو اللہ تعالیٰ نے عقل دی ہے۔ جب انسان عقل کے استعمال سے کورہ ہو جاتا ہے، تو وہ جانور ہوتا ہے۔ پیچھے بھی پڑھ چکے ہیں أُولَٰٓئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ، سورۃ اعراف میں ہے، یہ تو جانوروں جیسے ہیں بلکہ جانوروں سے بھی گئے گزرے ہیں۔

جب ایک رب نے ہمیں پیدا کیا ہے تو اسی کے آگے جھکنا ہے۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ ابھی تک ہم نے جینا ہی نہیں سیکھا، حتیٰ کہ ہمارے جانے کی باری بھی آگئی۔ یوں لگتا ہے کہ ہم نے اللہ تعالیٰ کو پہچانا ہی نہیں۔ یقیناً ہم نے اللہ کو پہچانا ہی نہیں۔ وہ کوئی اور خدا تھا جس کے ساتھ ہم جیتے اور مرتے تھے۔ قرآن کے بعد ایک اور ذات سے ملاقات ہوتی ہے اور یہ ہے وہ ذات جس سے قیامت کے دن

ملاقات ہونی ہے۔ تو آج اپنی زندگی کو پہچاننا ہے۔

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دعا کے یہ الفاظ فرمائے جب تم میں سے کوئی کسی کو تکلیف یا مصیبت میں دیکھیں تو پھر یہ دعا مانگو اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ فَضَّلَنَا عَلٰی کَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقَ تَفْضِیْلًا۔ ساری تعریفیں اس ذات کے لئے ہیں جس نے مجھے فضیلت دی اس پر جس میں اس کو مبتلا کیا۔ تو اللہ تعالیٰ اس بندے کو مصیبت سے بچا لیتا ہے۔ یہ ساری چیزیں سوچتے ہوئے اللہ سے دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ تو ہمیں ہماری زندگی میں خیر کے ساتھ رکھے۔ پھر اسی چیز کو آگے آخرت کے ساتھ جوڑا جا رہا ہے۔ وہی مضمون جو پیچھے بھی ہم نے پوری تفصیل کے ساتھ پڑھا تھا دوبارہ آ گیا ہے کہ چلو دنیا میں تو تم جی چکے اب دیکھنا آخرت میں تمہارے ساتھ کیا ہو گا۔

یَوْمَ نَدْعُوْا کُلَّ اُنَاسٍۭ بِاِمَامِهِمْ ۚ فَمَنْ اُوْتِیَ کِتٰبَهٗ بِیَمِیْنِهٖ فَاُولٰٓئِكَ یَقْرَءُوْنَ کِتٰبَهُمْ وَلَا یُظْلَمُوْنَ فَتِیْلًا ﴿۷۱﴾ پھر خیال کرو اس دن کا جب کہ ہم ہر انسانی گروہ کو اس کے پیشوا کے ساتھ بلائیں گے اُس وقت جن لوگوں کو ان کا نامہ اعمال سیدھے ہاتھ میں دیا گیا وہ اپنا کارنامہ پڑھیں گے اور ان پر ذرہ برابر ظلم نہ ہو گا۔

وَمَنْ کَانَ فِیْ هٰذِهٖٓ اَعْمٰی فَهُوَ فِی الْاٰخِرَةِ اَعْمٰی وَاَضَلُّ سَبِیْلًا ﴿۷۲﴾ اور جو اِس دنیا میں اندھا بن کر رہا وہ آخرت میں بھی اندھا ہی رہے گا بلکہ راستہ پانے میں اندھے سے بھی زیادہ ناکام۔

اس آیت کی دو طرح سے تفسیر ہوتی ہے ۔

ایک تو اس آیت کا عام مفہوم ہے کہ قیامت کے دن ہر بندے کو اس کے لیڈر کے ساتھ ملایا جائے گا۔

لیڈر وہ ہوگا جس کی لیڈرشپ یا رہنمائی میں زندگی گزاری ہوگی۔ ہر گروہ کا رہنما، یا بڑا۔ مذہبی لیڈر رہے تو انکے مذہبی راہنما، جن کو فالو کرتے تھے، جن کی تسلیوں پہ آگے چلتے تھے۔ اور دنیا بھی جن کے ساتھ گزاری ہوگی ان کے ساتھ ہوگا، یہ تو عام معنی ہے۔

اسی طرح بعض کہتے ہیں کہ اس 'امام' سے مراد نبی ہے۔ ہر ایک امتی کو اس کے نبی کے ساتھ بلایا جائے گا۔ دونوں معنوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔

لیکن اگر اسی آیت کے ساتھ اگلے حصے کو جوڑیں جس میں نامۂ اعمال کا ذکر ہے، تو پھر یہاں امام سے مراد ہمارے سب سے بڑے سردار، ہمارے "نامۂ اعمال" ہیں۔ جو پیچھے پڑھ چکے ہیں اِقۡرَاۡ كِتٰبَكَ ؕ كَفٰى بِنَفۡسِكَ الۡيَوۡمَ عَلَيۡكَ حَسِيۡبًا تو سوال یہ ہے کہ انسان کے نامۂ اعمال کو اس کا امام کیوں کہتے ہیں؟

کیونکہ اس کا نامۂ اعمال گردن میں لٹکا ہوا ہے۔ لٹکی ہوئی چیز سامنے ہوتی ہے، اس لیے اس کو امام کہتے ہیں۔ ہم جو کر رہے ہیں، وہ بن رہا ہے۔ لیکن ہماری زندگی کا نقشہ بالکل وہی بن رہا ہے، جو ہم اپنے نامہ اعمال میں لکھ رہے ہیں۔ جس کو دائیں ہاتھ میں ملے گا، وہ اپنی زندگی کے کارنامے وہاں پڑھ لے گا، کھلی کتاب کی طرح ہوگا۔ یہ بات قرآن میں بار بار آتی ہے اور آگے تو بہت ہی زیادہ آئے گی۔ صورت الحاقہ آیۃ 19،20 اور سورۃ انشقاق میں آیۃ 7 تا 13 میں بھی یہ بات تفصیل سے آئے گی کہ جن کے نامۂ اعمال دائیں ہاتھ میں ہوں گے وہ خوشی خوشی اس کو دیکھیں گے اور دوسروں کو دکھائیں گے۔

پچھلی آیت میں وَلَقَدۡ كَرَّمۡنَا بَنِىۡۤ اٰدَمَ تھا اور یہاں نامہ اعمال کی بات ہوگئی، دونوں میں ربط کیا ہے؟

وہ لوگ جن کو یہ عزت راس آگئی اور وہ لوگ جنہوں نے اللہ کی اس دی ہوئی عزت کو قبول کر لیا

اور ایک اعلیٰ مقصد کے لئے زندگی بسر کی، قیامت کے دن ان کو ان کے نامہ اعمال دائیں ہاتھ میں دیے جائیں گے۔ آگے آگے ان کے نامہ اعمال میں ہوں گے۔ آگے سورۃ قاف میں ہم پڑھیں گے کہ جب لوگ قبر سے نکلیں گے تو ان کے ساتھ ایک 'سائق' ہوگا اور ایک 'شہید' ہوگا اور یہ انسان کے کراما کاتبین ہوں گے۔ اچھے عمل لکھنے والا فرشتہ اور اس کے برے عمل لکھنے والا۔ قبر سے نکلتے ہی اس کو لے کر چلیں گے، اس لئے اس کو امام کہا گیا کہ انسان قیامت کے دن اپنے نامۂ اعمال کی روشنی میں چلے گا۔ جو دنیا میں کیا تھا وہی وہاں ملے گا۔

خود سے پوچھیں، میرا نامۂ اعمال کیسا ہے؟ ہر ایک کو خود بھی پتا ہے کہ میں اپنے نامۂ اعمال میں کیا لکھ رہی ہوں۔

خود سے پوچھیں، یہ قرآن پڑھتے ہوئے کیا میرے دائیں ہاتھ کا نامۂ اعمال بھاری ہوا ہے یا بائیں ہاتھ کا؟

کیا فرشتے کو زیادہ باتیں دائیں طرف لکھنی پڑتی ہیں یا بائیں طرف؟

یہ سب چیزیں سوچتے جائیں اور پھر اللہ سے دعا کریں اے اللہ میرے اگلے پندرہ پارے نیکیوں والے ہوں۔

اور یہ کس طرح پتہ چلے گا؟ یہ چہروں سے پتہ چلے گا۔ جب ایک انسان زندگی کا مقصد پا جاتا ہے، اللہ سے راضی ہو جاتا ہے، تو پھر اس کے چہرے پر سب سے زیادہ مسکراہٹ ہوتی ہے۔ اس کے چہرے پر دکھ نہیں ہوتا۔ صرف ایک ہی دکھ رہ جاتا ہے کہ اللہ کے بندے اللہ سے جڑ جائیں۔

اس کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں، بس دعا ہے کہ ہم اس طرح کے معاملات کرے۔

پھر لفظ فَتِيْلًا آیا ہے یعنی فتیل کے برابر بھی ظلم نہیں ہو گا۔ فتیل اس باریک دھاگے کو کہتے ہیں جو کھجور کی گٹھلی میں ہو تا ہے۔ بعض دفعہ خشک کھجور ہوتی ہے تو اس میں سے ایک خشک چھلکا آجاتا ہے اور جو گیلی کھجور ہوتی ہے اس کے ساتھ لگا ہو تا ہے سوکھی کھجور کا چھلکا اس کی گٹھلی کے ساتھ لگ جاتا ہے اتنی تھوڑی سی چیز ہے فرمایا وہ بھی دنیا میں کی ہو گی وہاں دیکھو گے اور وہاں ظلم نہیں ہو گا۔

پھر دنیا میں اندھا ہونا اور آخرت میں اندھا ہونا اس سے کیا مراد ہے؟

دنیا میں ہدایت کے راستے کو دیکھنے سے اندھے تھے اور آخرت میں جنت کی راہ نظر ہی نہیں آئے گی۔

دنیا میں جو اندھا پن تھا وہ اختیاری تھا، وہ جو ایسا تھا اس کی اصلاح ممکن تھی۔ لیکن آخرت کا اندھا پن اضطراری ہو گا۔ وہاں کوئی علاج نہیں ہو گا۔

دنیا کے اندھے پن کا علاج موجود ہے، وہاں کے اندھے پن کا کوئی علاج نہیں ہو گا۔ بھٹکتے بھٹکتے دُور سے دُور چلتے جائیں گے۔

خود سے پوچھیے کیا میری زندگی ہدایت کے قریب ہے یا ہدایت سے دور ہے۔ اور جتنا زیادہ سوچتے جائیں گے اتنا ہی اللہ سبحانہ وتعالی اور مزید سوچنے کی توفیق بھی دے گا، کیونکہ اس دنیا میں اندھے بن کے نہیں جینا۔

پیچھے بھی پڑھا ہے ایک لفظ ہو تا ہے اَعْمٰی جیسے یہاں بھی ہے، یہ دل کا اندھا پن ہو تا ہے جیسے عمی تو یہاں اعمی سے مراد دل کا اندھا ہے، حق کا اندھا، سمجھنے سے اندھا، قبول کرنے سے محروم، تو آخرت

میں بھی اندھا ہو گا اللہ تعالیٰ ہمیں دل کے اندھے پن سے بچا کے رکھے۔

یہ انسان کی عزت ہی ہے کہ شیطان انسان پہ اپنا زور نہیں چلا سکتا۔ اپنے مقصد کو حاصل کرتا ہے وہ محنت کرتا ہے تھک کر کام کرتا ہے اور بامقصد ہو کر کام کرتا ہے، چھوٹی چھوٹی چیزوں میں لے کر پھر بڑی چیزوں میں لے کر جاتا ہے۔ کیا ہم اسی طرح سے نیکیوں کے کام نہیں کر سکتے۔ بالکل کر سکتے ہیں صرف سوچنے کی بات ہے۔

خود کو ضائع نہ کریں۔ ہر دن شیشے کے سامنے کھڑے ہو کر کہا کریں میں نے خود کو ضائع نہیں کرنا۔
زندگی سے کچھ لے کے جائیں۔ جب دنیا سے چلے جائیں تو لوگوں کو کچھ فرق لگے کہ کوئی دنیا سے گیا ہے۔